امام غزالی کا فلسفۂ اخلاق

Abstract:

Islam is a worldwide religion. It gives us the message of peace and safety. It also gives the lesson about human rights or Huquq-ul-ibaad very strictly. If we study of Islam so we know that the instructions of Islam about behaviors and manners are very clear that how should you meet with others or how should your manners or treatment with others, etc.

Islam likes and appreciates peace, brotherhood, morality and good manners and strictly dislikes and condemns unreasonable disgusting, wrangling, rudeness and ill behaved peoples.

Islamic education about morality is so great. The importance of morals in Islam can be guessed from this Hadith, "On the day of resurrection, that person would by very close to me whose manners are very high." (TIRMIZI) On another occasion, He (P.B.U.H) said; "Undoubtedly he is the best among you whose morals are very excellent from all of you." (Unimous)

Good morals have the highest position not only in Islamic religion but in every religion too. The missionary of non of the religions would not say that, "adopt evil and hurt the people." But the missionary of every religion would preach good morals to the followers of his own religion.

Imam Abu Hamid Muhammad bin Muhammad Alghazali (R.A) was a great scholar, philosopher and a great religious director. In the Islamic world, his personality is very respectable, reliable and authenticated. His famous and well known book "Ahya-ul-uloom" has a particular position and specific importance. Imam Ghazali (R.A) have written the chapters on 'Morality' in "Ahya-ul-uloom." The conclusion of all is that, "God has framed a code of ethic to make the human soul as civilized. God has reserved such adoration for developing moral values in human and for clearing and purifying of his physical, mental heart and soul and on offering those, he would identify his purpose of life. He would spent every moment of his life in adoration to seek the favor of God i.e. Rights of God, Rights of mankind and rights of self.

Therefore, it has been cleared that, "Religion and morals are inseparable and without good morals none of the religion can be acceptable and feasible."

امام غزالی کا فلسفۂ اخلاق

محمد طارق خان☆

ابتدائیہ:

''دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں''
(اقبال)

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ یہ ہمیں اخوت، امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ حقوق العباد کی اسلام میں بہت تاکید آئی ہے۔ رویوں اور سلوک کے متعلق اسلام کی تعلیمات واضح ہیں کہ کس سے کیسے ملا جائے، کیسا رویہ روا رکھا جائے، وغیرہ۔ اسلام محبت اور بھائی چارگی کو پسند کرتا ہے اور بے جا نفرت، لڑائی جھگڑوں کو سخت ناپسند کرتا ہے اور ان سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

اخلاق کے حوالے سے بھی اسلام کی تعلیمات بہت عظیم ہیں اور نبی کریم ﷺ کی آمد کا ایک مقصد ہی اچھے اخلاق کی تکمیل کو بتایا گیا ہے۔ بُعثتُ لِاتمم حُسن الاخلاق (مؤطا امام مالک)

زیرِ نظر مقالہ بھی اسی موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارا یہ مقالہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں اخلاق کی تعریف، اقسام اور درجات کو مفصل بیان کیا گیا ہے، جبکہ دوسرے باب میں امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ کا فلسفۂ اخلاق بیان کیا گیا ہے۔

باب اول:

اخلاق:

اخلاق لفظ ''خُلُق'' سے بنا ہے، جس کا معنٰی ''اخلاقی کردار'' ''فطری رجحان'' اور ''افتادِ طبع'' ہے۔(۱)

لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں اس کا معنٰی ہے: الخُلق و الخُلُق ''طبعی خصلت'' ''طبیعت'' ''مروت'' اور ''عادت''۔(۲)

تعریف:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''الخُلق ملکةٌ تصدر بها عن النفسِ افعال بالسهولة من غير تقديمِ رويةٍ''

ترجمہ: ''خُلق ایک ایسا ملکہ ہے جس کے باعث طبیعت سے آسانی کے ساتھ افعال صادر ہوں بغیر اس کے کہ انہیں پہلے دیکھا گیا ہو۔''(۳)

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ علومِ اسلامی جامعہ کراچی۔

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ خُلق کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''خُلق کا لفظ قویٰ باطنہ اور عادات وخصائل کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔''(۴)

علامہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

''انسان کے رجحانات میں سے کسی رجحان کا اپنے استمرار وتسلسل کی وجہ سے غالب آجانا خُلق کہلاتا ہے۔''(۵)

ان معنوں اور تعریفات سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ اخلاق کا تعلق انسان کے عادات واطوار سے ہے۔

علم الاخلاق:

عظیم فلسفی ارسطو کہتا ہے:

''جس علم میں انسانی کردار پر اس حیثیت سے بحث کی جائے کہ وہ صواب وخیر ہیں یا خطاء وشر اور اس طرح بحث کی جائے کہ یہ تمام احکام صواب وخیر اور خطاء وشر کسی مرتب نظام کی شکل میں آجائیں تو اس علم کو ''علم الاخلاق'' کہتے ہیں۔''(۶)

قدیم فلسفی روجرس کہتا ہے:

''جو علم ایسے اصول بتاتا ہو جن سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی اور سچی قدر وقیمت کا تعین ہوسکے، اس کا نام ''علم الاخلاق'' ہے۔''(۷)

علامہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی ان فلاسفہ کے ان اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو علم بھلائی اور برائی کی حقیقت کو ظاہر، انسانوں کو آپس میں کس طرح معاملہ کرنا چاہئے اس کو بیان، لوگوں کو اپنے اعمال میں کس منتہائے غرض اور مقصدِ عظمٰی کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ اس کو واضح کرے اور مفید وکارآمد باتوں کے لئے دلیلِ راہ بنے ''علم الاخلاق'' کہلاتا ہے۔''(۸)

موضوع:

علمِ اخلاق کا موضوع دو قسم کے اعمال ہیں:

۱) وہ اعمال جو عامل کے اختیار وارادہ سے صادر ہوتے ہیں اور عمل عمل کے وقت وہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

۲) وہ اعمال جو عمل کے وقت اگرچہ بغیر اختیار وارادہ کے صادر ہوتے ہیں لیکن اختیار، ارادہ اور شعور کے وقت ان کے متعلق احتیاط برت سکتا ہے۔(۹)

ان اعمال کے علاوہ جو اعمال نہ تو ارادہ وشعور سے صادر ہوتے ہیں اور نہ ان کے بارے میں احتیاط برتی جاسکتی ہے، وہ علم الاخلاق کا موضوع نہیں بن سکتے۔(۱۰)

اقسام:

اخلاق کی دو اقسام ہیں:

(۱) فضائلِ اخلاق۔

(۲) رذائلِ اخلاق۔

فضائلِ اخلاق:

''اس سے مراد وہ تمام خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں ودیعت کر رکھی ہیں اور جن کو اپنانے سے انسان معاشرے میں بلند مقام حاصل کر سکتا ہے، نہ صرف مخلوقات کے درمیان بلکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بھی اخلاقِ عالیہ بروزِ قیامت اسے سُرخُرو کر سکتی ہے۔''(۱۱)

اساس:

یوں تو فضائلِ اخلاق تین سو ساٹھ (۳۶۰) اقسام پر مشتمل ہیں جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے، علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر "روح البیان" میں نقل کرتے ہیں:

"وفی تلقیح الاذهان لحضرة الشیخ الاکبر، قال ﷺ: ان اللّٰه عزوجل ثلاث مائة وستین خلقا، من لقیه بخلق منها مع التوحید دخل الجنة"

ترجمہ: ''حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی تلقیح الاذھان میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے خُلق کی تین سو ساٹھ (۳۶۰) صورتیں ہیں، جو شخص اللہ رب العزت سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس میں توحیدِ الٰہی کے ساتھ ان صفات میں سے ایک بھی صفت پائی جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔''(۱۲)

اس بات کے جاننے کے بعد کے فضائلِ اخلاق تین سو ساٹھ (۳۶۰) اقسام پر مشتمل ہیں اگر ہم اس کی اساس کو ٹٹولیں تو دو بنیادی اجزاء ہیں جن پر تمام کے تمام فضائلِ اخلاق کی عمارت کھڑی ہے اور وہ ہیں صدق اور امانت۔ جو رسول اللہ ﷺ کے القاب صادق و امین سے ماخوذ ہیں۔

ارتفاقاتِ اربعہ:

فضائلِ اخلاق کے ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۴ شوال المکرم ۱۱۱۴ھ تا ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ) نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "حجة اللّٰه البالغة" میں نہایت مفصل اور مناسب گفتگو کی ہے۔ شاہ صاحب نے سعادت کے حصول کیلئے چار بنیادیں بتائی ہیں جنھیں ارتفاقات کہا جاتا ہے۔ جو اہلِ علم کے نزدیک ارتفاقاتِ اربعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جو یہ ہیں:

(۱) طہارت　　(۲) اخبات
(۳) سماحت　　(۴) عدالت

(۱) طہارت:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ فطرتِ سلیم کا مالک اور کیفیاتِ رذیلہ سے پاک انسان جب دنیوی خواہشات میں ملوث ہوتا ہے تو فطرت اس پر گھٹن اور تنگدلی کا غلاف چڑھا دیتی ہے اس کی زندگی اسے غبار آلود نظر آنے لگتی ہے پھر وہ جلد متنبہ ہو کر ان جسمانی اور روحانی کدورتوں سے جدا ہو جاتا ہے اور ان سے صاف اور بے لوث ہو جاتا ہے تو اس کی نفسانی کیفیات ان روحانی صفات کے مشابہ ہو جاتی ہیں جو ملاء اعلیٰ سے قریب ہیں اور پھر اس کے اندر دنیا کا بہترین انسان بننے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، اس استعداد کا نام ''طہارت'' ہے۔(۱۳)

(۲) اخبات:

دوسری صفت خدا کے حضور میں اپنی عاجزی اور نیاز ظاہر کرنا ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو سلامتی اور فراغ حالی کے زمانے میں جب خدا تعالیٰ کی نشانیاں اور صفتیں یاد دلائی جاویں اور وہ خوب طرح سے ان میں غور کرے تو نفسِ ناطقہ کو بیداری حاصل ہوتی ہے۔تمام حواس و بدن ان کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ حیرت زدہ سا ہو جاتا ہے اور عالمِ قدس کی جانب اپنا میلان پاتا ہے۔(۱۴)

(۳) سماحت:

تیسری صفت سماحت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس اس درجہ کو پہنچ جائے کہ قوتِ بہیمی خواہشات کی اطاعت نہ کرے اس کے نقش اس پر جم نہ سکیں اور اس قوت کا چوک اس سے مل نہ سکے۔جب انسان میں سماحت کی صفت جم جاتی ہے تو نفس تمام دنیاوی خواہشات سے خالی ہو جاتا ہے اور بلند ترین اور مجردات کی لذتوں کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔سماحت ایسی صفت ہے جو انسان کو اس بات سے روکتی ہے کہ کمال مطلوب علمی اور عملی کے خلاف کوئی چیز اس میں جم نہ سکے۔(۱۵)

(۴) عدالت:

عدالت اس نفسانی ملکہ کا نام ہے جس کی وجہ سے نفس سے ایسے اعمال صادر ہو جاتے ہیں جن سے ملکی اور قومی انتظامات بآسانی منتظم اور قیام پذیر ہوتے ہیں اور نفس اس قسم کے اعمال پر گویا مجبور ہو جاتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ ملائکہ اور نفوسِ مجردہ میں وہ مقاصد منقش ہوا کرتے ہیں جن کو اس نظام کی اصلاحات کے متعلق آفرینش عالم میں خدا رہنمائی کرتا ہے۔اس نظام کے مناسب تدابیر کی طرف ان کی مرضیات کا میلان رہتا ہے۔روح مجرد کے لئے یہ طبعی امر ہے جب نفوس اپنے بدنوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اور ان میں عدالت کی صفت ہوتی ہے تو ان کو نہایت فرحت حاصل ہوتی ہے اور موقع ملتا ہے کہ اس لذت سے مسرور ہو۔

جب عدالت کی صفت آدمی میں جم جاتی ہے تو اس میں اور حاملینِ عرش اور نزدیکانِ بارگاہ فرشتوں میں شرکت ہو جاتی ہے جو جودِ الٰہی اور برکات نازل ہونے کا ذریعہ ہیں اور اس میں اور ان ملائکہ میں فیضان کا دروازہ مفتوح ہو جاتا ہے، اور ان کے اثر اس پر نازل ہوتے ہیں۔ ان کے الہامات سے وہ مستفیض ہوتا ہے، اور ان ہی الہامات کے موافق اس کی آمادگی ہوتی ہے۔(۱۶)

یہ وپ چار بنیادی خصائل ہیں جنھیں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اخلاق کی اساس قرار دیا ہے۔ حُسنِ اخلاق کی باقی خصلتیں ان چار خصائل کی ذیلی خصلتوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

فضائلِ اخلاق: (احادیث کی روشنی میں)

مکارم الاخلاق کا اختیار کرنا ہر انسان کے فائدے کے لئے ہے۔ دینِ اسلام میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ مندرجہ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ حُسنِ اخلاق کی فضیلت کے پیشِ نظر کچھ احادیث بیان کر رہے ہیں:

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا:

"ما من شیءٍ اثقل فی المیزان من حُسن الخلق"

ترجمہ: "حُسنِ اخلاق سے بڑھ کر میزان میں بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔"(۱۷)

اسی طرح ایک مقام پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"ان من احبکم الی و اقربکم منی مجلساً یوم القیٰمۃ اُحاسنکم اخلاقاً"

ترجمہ: "تم میں سب سے زیادہ پیارے اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں۔"(۱۸)

اچھے اخلاق والے لوگوں کی فضیلت کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے کہ:

"ان المؤ من لیدرکُ بحسنِ خلقه درجة الصائمِ القائمِ"

ترجمہ: "مومن حُسنِ اخلاق کے ذریعے دن کو روزے رکھنے والا اور راتوں کو قیام کرنے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔"(۱۹)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "بعض بزرگوں کے نزدیک حُسنِ اخلاق یہ ہے کہ تم لوگوں کے قریب رہو لیکن ان کے جھگڑوں سے لاتعلق رہو، ایک قول کے مطابق حُسنِ اخلاق اس بات کا نام ہے کہ مخلوق کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کسی تنگدلی اور ناگواری کے بغیر برداشت کرو۔"(۲۰)

امام نوَوِی الشافعی علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں کہ:

"وروی الترمذی عن عبداللہ بن المبارک رحمه اللہ فی تفسیر حُسنِ الخُلُقِ قالَ: هو طلاقة الوجهِ، وبذلُ المعروفِ و کفُّ الاذیٰ"

ترجمہ: ''امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ سے حُسنِ اخلاق کی تفسیر میں نقل کیا کہ اس کا مطلب خندہ روئی، نیکی کا پھیلانا اور تکلیف نہ پہنچانا ہے۔'' (۲۱)

المختصر یہ کہ

''انسانی مناقب میں اخلاقِ حسنہ کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اور اسی کے ساتھ لوگوں کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں۔ انسان بناوٹ کے اعتبار سے پوشیدہ ہے لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر ہے۔'' (۲۲)

رذائلِ اخلاق:

رذائلِ اخلاق کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''وہ اخلاقِ ذمیمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ جن سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور جن کے کرنے والے گناہگار ٹھہرتے ہیں۔ جن کی برائی کو ہر عقلمند جانتا ہے اور مانتا بھی ہے اور جن کی بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہنچتے ہیں، ''رذائلِ اخلاق'' کہلاتے ہیں۔'' (۲۳)

اساس:

یوں تو بہت سارے کام ایسے ہیں جو رذائل میں شامل ہیں مگر اس کی اساس یعنی بنیاد وہی اعمال ہیں جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافق والی حدیث میں بیان فرمائے ہیں: یعنی کذب، وعدہ خلافی اور خیانت۔

''ایۃُ المنافقِ ثلاث اذا حدث کذب، و اذا وعدَ اخلفَ و اذا اؤتُمنَ خانَ.'' (۲۴)

اگر غور کیا جائے تو آخر الذکر دو برائیاں کذب یعنی جھوٹ سے متعلق ہی ہیں یعنی یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ جھوٹ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے اگر انسان صرف جھوٹ سے بچا لے تو تمام برائیوں سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی انسان کے اندر رذائلِ اخلاق کی اساس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسلام نے تین اساسی برائیاں بیان کی ہیں اور جس قدر رذائل ہیں ان میں ان ہی تین میں سے کوئی برائی پائی جاتی ہے۔

۱) عدمِ صدق یعنی جھوٹ۔ ۲) حُبِّ مال۔

۳) حُبِّ ذات۔ (۲۵)

کذب:

انسان کے سارے اخلاقِ ذمیمہ میں سب سے زیادہ بُری اور مذموم عادت جھوٹ کی ہے۔ ہمارے تمام اعمال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ واقعہ کے مطابق ہوں، اور جھوٹ ٹھیک اس کی ضد ہے۔ اس لئے یہ برائی ہر قسم کی قولی اور عملی برائیوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لعنت الله علی الکٰذبین" (ترجمہ): ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔'' (آلِ عمران:۶۱)
یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ بہت وسیع ہے مگر رحمتِ الٰہی کے اس گھنے سائے سے وہ شخص باہر ہے جس کا منہ جھوٹ کی بادِ سموم سے جھلس رہا ہے۔(۲۶)

یہی وجہ ہے کہ جھوٹا انسان ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے اور معاشرے میں اس کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں ہوتا اور اس کی باتیں اپنی قدر کھو دیتی ہیں، اس کی زبان میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ غیبت، خلافِ وعدگی، اتہام، بدگمانی، خوشامد، چغل خوری، دوغلا پن اور جھوٹی قسم وغیرہ جھوٹ کی ہی مختلف شاخیں ہیں۔

حُبِّ مال:

انسان کی ناشکری کا اصل سبب یہی مال کی محبت ہے۔ بخل بھی اسی میں شامل ہے۔ اسلام آیا تو جھوٹ کے بعد سب سے پہلے اسی برائی کی جڑ پر کلہاڑی ماری۔ بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو پہنانا، محتاجوں کو دینا اور مقروضوں کی امداد کرنا مسلمانوں کا ضروری فرض قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جبرئیل علیہ السلام کی آمد کا حال سنایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو آپ کی نبوت کا یقین جن دلیلوں کی بناء پر دلایا وہ یہ ہیں:

''واللّٰہ ما یُخزیکَ ابداً انک لتصلُ الرحم وتحملُ الکلَّ وتکسبُ المعدومَ وتقریُ الضیفَ وتُعینُ علیٰ نوآئب الحقِ.''

ترجمہ: ''خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق، مقروضوں کی مدد، غریبوں کی مدد، مہمانوں کی مہمان نوازی اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔'' (۲۷)

غور کیجیے نبوت کی ان تمام ابتدائی صفات کے اندر جو چیز خاص اہمیت رکھتی ہی وہ یہ ہے کہ نبی بخیل نہیں ہوتا، ورنہ فیاضی کے یہ اوصاف نبوت کی خصوصیات نہ قرار پاتے۔ بخیل آدمی دنیا میں طرح طرح کی مصیبتوں اور مشکلوں میں گرفتار رہتا ہے، سب کچھ پاس ہونے کے باوجود بھی اس کو نہ اچھا کھانا میسر آتا ہے، نہ اچھا پہننا، نہ عزت و آبرو، ہر ایک شخص اس کے نام سے نفرت کرتا ہے اور بخیل آدمی کو ہر کوئی ذلیل و خوار جانتا ہے۔ بخیل آدمی یہ نکتہ بھول جاتا ہے کہ مال و دولت مقصود بالذات نہیں بلکہ چیزوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اسی لئے دیگر اخلاقِ رذیلہ مثلاً حرص و طمع، چوری، غصب، خیانت، غلول، ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ اسی ایک اصل برائی کی مختلف فروع ہیں۔(۲۸)

حُبِّ ذات:

حُبِّ ذات مطلب خود پسندی۔ اس سے مقصود اپنی ذات سے غیر معمولی شغف رکھنا ہے۔ یہ بھی کئی برائیوں کی جڑ ہے۔ جس میں سرِ فہرست تکبر ہے، یعنی غرور۔ کبر ایک اضافی اور نسبی چیز ہے، جس کے لئے محض اپنی ذات کا تخیل کافی نہیں اس تخیل کے ساتھ دوسرے لوگوں کی تحقیر بھی ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"الکِبرَ من بطرِ الحقِ و غمطِ الناسِ"

ترجمہ: ''تکبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔''(۲۹)

حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''غرور حق کی ضد ہے اور عقل کی تباہی پر قائم ہے۔''(۳۰)

حسد، بغض و کینہ، فخاری، ظلم، غیظ و غضب، تصنع (ریا کاری)، عداوت وغیرہ یہ تمام اخلاقِ رذیلہ اسی حُبِّ ذات کی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں۔(۳۱)

بُرے اخلاق ترک کرنے کا طریقہ:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''بُرے اخلاق کو ترک کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اخلاق کی تہذیب کی جائے اور انہیں اچھے اخلاق میں تبدیل کیا جائے، اخلاق کی تہذیب کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ نفسِ ناطقہ کو دوسری تمام قوتوں پر غلبہ دیا جائے۔''(۳۲)

اخلاق کے درجات:

اخلاق کے مندرجہ ذیل تین درجات ہیں:

۱) خُلقِ حسین:

اس کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

"وجزآءُ سیئة سیئة مثلها" (الشوریٰ : ۴۰)

ترجمہ: ''اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی سے لیا جا سکتا ہے۔''

اسی مضمون کی ایک اور آیت کچھ یوں ہے:

"فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم" (البقرۃ : ۱۹۴)

ترجمہ: ''پھر جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔''

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به" (النحل:۱۲۶)

ترجمہ: ''اور (اے مسلمانوں!) اگر تم (کسی کو جرم کی) سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی۔''

امام ابوالفدا عماد الدین ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''اسلام نے عدل کو مشروع قرار دیا ہے اور وہ قصاص ہے اور فضل و احسان کو مندوب اور وہ عفو و درگزر کرنا ہے۔''(۳۳)

خُلقِ کریم:

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آپ پر ظلم کرے تو آپ قادر ہوتے ہوئے بھی اس کو معاف کر دیں۔ یہ اخلاق کا درمیانی درجہ ہے اس کی بنیاد قرآن میں کچھ یوں ہے:

"خذالعفو وأمُر بالعرف و اعرض عن الجٰهلین" (الاعراف : ۱۹۹)

ترجمہ: ''آپ معاف کرنا اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں۔''

علامہ نسفی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''عفو، جہد کی ضد ہے یعنی آپ لوگوں کے عادات وافعال پر سختی کے بجائے نرمی کیجیے اور ان سے درگزر کریں اور بیوقوفوں کی بیوقوفی پر ان سے بدلہ یا انتقام نہ لیں۔''

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر بیان فرمادی ہے کہ:

ترجمہ: ''اے محبوبِ پاک! آپ سے جو تعلق کو توڑ دے آپ اس سے تعلق جوڑیئے اور جو محروم رکھے اسے عطا کریں اور جو ظلم وزیادتی کرے اسے معاف فرمائیں۔''

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے محترم ومکرم نبی کو مکارمِ اخلاق کا حکم دیا ہے اور قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہیں جو مکارمِ اخلاق کی تعلیم کے لئے اس آیتِ مذکورہ بالا سے بڑھ کر جامع ہو۔'' (۳۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۃ الاعراف آیت:۱۹۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو، اور جو تم سے قطع تعلق کرلے اس سے ملو، اور اچھائی اور احسان کا حکم کرو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔'' (۳۵)

خُلقِ عظیم:

یہ اخلاق کا سب سے اعلیٰ وارفع درجہ ہے اور اس درجے پر آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص فائز نہیں۔ یہ درجہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور قرآن میں اس کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

"وانک لعلٰی خُلُقٍ عظیم" (القلم:۴)

ترجمہ: ''اور بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

" فان خُلُق نبی اللّٰه کانَ القراٰنَ"

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔'' (۳۶)

امام ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''یہ ایسا خُلق تھا جو آپ کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا تھا۔ حیاء، کرم، شجاعت، درگزر، حلم اور دیگر اخلاقِ عالیہ اور خصائلِ حمیدہ آپ کی جبلت میں موجود تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نہ کبھی کسی خادم کو مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی اور کو۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کبھی بدلہ نہ لیا، ہاں مگر اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی خاطر ضرور انتقام لیتے۔'' (۳۷)

یہ اخلاق کا وہ اعلیٰ مقام ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا فائز نہ ہو سکا۔ اخلاق کے اس درجے کی تعریف کچھ اس طرح ہے کہ اگر کوئی آپ پر ظلم کرے تو آپ نہ صرف اسے معاف کر دیں بلکہ معافی کر دینے کے ساتھ ساتھ اسے کچھ عنایت بھی کریں، جیسا کہ اس بدوی نے آپ ﷺ کو کپڑا باندھ کر کھینچا اس پر آپ ﷺ نے اسے صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ بکریوں کا ایک پورا ریوڑ بھی عطا کیا، نبی کے اس فعل پر اس بدوی نے اپنی قوم کو واپس آ کر کہا:

''اَی قوم اسلموا فو اللہ ان محمداً لیعطی اِعطاءً ما یخافُ الفقرَ''

ترجمہ: ''اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ خدا کی قسم! محمد مصطفیٰ! اتنا عطا فرماتے ہیں کہ فقر سے ڈرتے ہی نہیں۔'' (۳۸)

باب دوم:

امام غزالی کا فلسفۂ اخلاق:

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اسلامی فلسفۂ اخلاق پر ایک ضخیم اور نایاب کتاب لکھی ہے جو کہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کا نام ''احیاء العلوم'' ہے۔

فلسفہ:

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم جلد سوم میں خُلق کی حسبِ ذیل تعریف کی ہے:

''خُلق نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ہیئت راسخ کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے بسہولت اور کسی فکر اور توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں، پس اگر یہ ہیئت اس طرح قائم ہے کہ اس سے عقل و شرع کی نظر میں اعمالِ حسنہ صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام ''خُلقِ حسن'' ہے اور اگر اس سے غیر محمود افعال کا صدور ہوتا ہے تو اس کو ''خُلقِ سیئہ'' اور ''بداخلاقی'' کہتے ہیں۔'' (۳۹)

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حُسنِ خلق ''نصف دین'' ثمرہ ''مجاہدہ متقین'' اور نتیجہ ''ریاضتِ عابدین'' ہے، اور اخلاقِ بد ''زہرِ قاتل'' ''نہایت مہلک'' اور ''باعثِ ذلت وخواری'' ہے۔ (۴۰)

امام صاحب کے نزدیک ''اخلاقِ بد جہنم کی راہ ہے اور شیطان کا کھیل ہے۔ اس کے مقابلے میں اچھے اخلاق جنت میں داخل ہونے کا وسیلہ ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔ (۴۱)

شرائطِ خُلق:

امام غزالی علیہ الرحمۃ خُلق کی تعریف میں اس بات کو بھی شامل کرتے ہیں کہ یہ عمل نفس کی ہیئت راسخہ سے بلا فکر و تامل صادر ہونا چاہئے، گویا خُلق کا راسخ، ثابت النفس اور بلا فکر و تامل ہونا ضروری ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا پر مستعد ہوتا ہے، خُلق نفس کی اسی ہیئت اور صورت باطنی کا نام ہے۔'' (۴۲)

ارکانِ خُلق:

امام صاحب فرماتے ہیں کہ باطنی اخلاق کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱) علم
۲) غضب
۳) شہوت
۴) عدل

(۱) علم:

انسان اقوال وافعال کو جانتا ہے اور اس کے اچھے اور بُرے سے واقفیت رکھتا ہے۔ اور اس سے عقل وشعور کو کام میں لاتا ہے اور علم انسان کو حکمت ودانائی عطا کرتا ہے، جس سے فضائل اور اخلاقِ حسنہ کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور یہی حقیقت ہے۔

(۲) غضب:

قوتِ غضب سے بہت سے نقصانات وجود میں آتے ہیں۔ غصہ عقل کو مفلوج کر دیتا ہے، اگر عقل وشریعت کے تحت غصہ رہے تو اس کے ثمرات بہتر ہوتے ہیں۔ (**الحب للہ و البغض للہ...الخ**)

(۳) شہوت:

اس سے صفت کو نقصان ہوتا ہے، عقل وشریعت کے زیرِ تربیت فرمان ہو کر مہذب ودرست کار ہونے کا نام عفت ہے اور بے لگام ہونے کا نام شہوت ہے۔

(۴) عدل:

قوتِ عدل میں عقل وشرع کے زیرِ تربیت غضب وشہوت کو کر دینا یا عقل وشریعت کا پابند کر دینا عدل ہے۔ جس شخص کے یہ چاروں ارکان درجہ اعتدال پر ہوں گے وہ ''خوش خلق'' ہوتا ہے۔ (۴۳)

اخلاق کی اصل:

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''محاسنِ اخلاق کے اصول میں چار چیزیں یعنی حکمت، شجاعت، عفت اور عدل ہیں۔ باقی چیزیں ان کی فروع ہیں۔ ان چاروں کا کمالِ اعتدال پر ہونا سوائے رسولِ مقبول ﷺ کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ جو شخص ان سب اخلاق میں آپ ﷺ سے جتنا قریب ہے اتنا ہی متقی اور قابلِ تعظیم ہے، اور جو شخص ان میں سے کسی بات کے ساتھ متصف نہ ہو، بلکہ اس کی ضدوں کا جامع ہو، وہ اس لائق ہے کہ شہروں میں سے نکال دیا جائے، کیونکہ وہ شیطان رجیم سے قریب ہو گیا۔'' (۴۴)

کیا اخلاق میں تغیر ممکن ہے؟

حکماء کے نزدیک یہ مسئلہ نہایت اہم ہے کہ کیا اخلاق تغیر پذیر ہے یا ناقابلِ تغیر؟ بعض کا خیال ہے کہ اخلاق بدل سکتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اخلاق نہیں بدل سکتے۔ اس مسئلے میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر اخلاق میں تغیر نہ ہوسکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ کیوں فرماتے کہ اپنے اخلاق کو اچھا کرو۔ آدمی تو درکنار یہ بات تو جانور میں بھی ممکن ہے، دیکھو شکاری کتا تعلیم سے کیسا مؤدب ہو جاتا ہے کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے، کھانے کی حرص نہیں کرتا، پس اگر یہ اخلاق کا تغیر نہیں تو اور کیا ہے؟ (۴۵)

امام غزالی علیہ الرحمۃ معترضین کے دوسرے اعتراض کا جواب کچھ یوں مرحمت فرماتے ہیں کہ:

''وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حُسنِ خلق سے استیصال شہوت وغضب ہوتا ہے اور یہ آدمی میں پایا جانا محال ہے۔''

تو ان کو یہ خیال ہوا ہے کہ حُسنِ خلق سے یہ صفات برباد ہو جاتی ہیں، حالانکہ یہ بات درست نہیں بلکہ شہوت تو ایک فائدے کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ تمام خلقتِ انسانی میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ بالفرض کھانے پینے یا جماع کی شہوت نہ ہو تو انسان ہلاک ہو جائے اور نسل منقطع ہو جائے۔ اور اگر غضب نہ ہو تو انسان مہلک چیزوں کو دفع نہ کر سکے اور تباہ ہو جائے۔ دراصل شہوت کو ختم کرنا مقصد نہیں، انبیائے کرام علیہم السلام بھی اس سے علیٰحدہ نہیں ہوئے بلکہ شہوت وغضب کو حدِ اعتدال میں رکھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ مجاہدات و ریاضت سے اخلاق کو اعتدال میں رکھا گیا ہے۔ (۴۶)

حُسنِ اخلاق کا حصول کیسے ممکن ہے؟

امام غزالی کے نزدیک حُسنِ اخلاق دو طریقوں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱) دادِ الٰہی سے ۲) کسب سے

۱) دادِ الٰہی سے:

یعنی انسان ابتدائے پیدائش سے ہی کامل العقل اور خوش خلق پیدا ہوا اور شہوت وغضب کا اس پر غلبہ نہ ہو بلکہ یہ دونوں عقل و شرع کے تابع ہوں تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب مؤدب۔

جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

۲) کسب سے:

امام غزالی علیہ الرحمۃ کا خیال ہے کہ خوش خلقی کی علامت یہ ہے کہ اس میں آدمی کو لذت حاصل ہو، مثلاً سخی اسی کو کہیں گے جو مال خرچ کرے اور اس میں اس کو لذت بھی ملے اور اگر خرچ کرتا ہے اور بُرا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہ ہوا۔ (۴۷)

یعنی اعمالِ صالحہ کے لئے نیت کا صاف ہونا نہایت ضروری ہے۔

حرفِ آخر:

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فلسفۂ اخلاق کو اسلامی نظریات کے عین مطابق ڈھالا ہے۔ ان کے اس عمل سے اسلام کا تصورِ اخلاق کھل کر سامنے آیا ہے۔ فلسفۂ اخلاق پر اس سے پہلے بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر امام صاحب علیہ الرحمۃ کے اس کام کی نوعیت سب سے بہتر اور جداگانہ ہے۔ آپ نے اس حوالے سے تمام مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیے ہیں اور اس ضمن میں آپ علیہ الرحمۃ کی کتاب ''احیاء العلوم'' کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ المختصر یہ کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اخلاق اور علم الاخلاق کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اور ہر پہلو پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔

امام صاحب علیہ الرحمۃ صحیح معنوں میں ایک مسلمان عالم، فلسفی، مجتہد اور حکیم ہیں، اور آپ علیہ الرحمۃ کا پیش کردہ تصورِ اخلاق حقیقت میں اسلام کا تصورِ اخلاق ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ندوی، عبداللہ عباس ندوی ڈاکٹر، قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی۔اردو)، صفحہ: ۱۱۵، کتاب الخاء، (مترجم: پروفیسر عبدالرزاق)، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء۔

۲۔ معلوف، لوئس معلوف، المنجد (عربی۔اردو)، صفحہ: ۲۹۴، (مترجم: مفتی شفیع عثمانی و دیگر علمائے دیوبند)، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۴ء۔

۳۔ رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی امام، جامع العلوم، صفحہ: ۳۴۰، (مترجم: سید محمد فاروق القادری)، فرید بک اسٹال، لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۴۔ اصفہانی، امام راغب اصفہانی، مُفردات القرآن، کتاب الخاء، ج:۱، ص: ۳۴۱، (مترجم: مولانا محمد عبدہٗ)، اسلامی اکادمی لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۵۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق و فلسفۂ اخلاق، صفحہ: ۸۱، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۶۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق و فلسفۂ اخلاق، صفحہ: ۲ اور ۳، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۷۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق و فلسفۂ اخلاق، صفحہ: ۳، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۸۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق و فلسفۂ اخلاق، صفحہ: ۲، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۹۔ سعید، محمد سعید پروفیسر، اخلاقیاتِ اسلامی وتصوف، صفحہ:۱۹، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

۱۰۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق وفلسفۂ اخلاق، صفحہ:۶، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۱۱۔ صدیقی، ناصرالدین صدیقی قادری ڈاکٹر، لیکچرز، مؤرخہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۰ء، بمقام شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی۔

۱۲۔ قادری، طاہر القادری ڈاکٹر پروفیسر، القول الوثیق فی مناقب الصدیق، صفحہ:۱۲۵، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، فروری ۲۰۰۵ء۔

۱۳۔ ناطق، عبدالقیوم ناطق پروفیسر، صراطِ مستقیم (اسلامیات لازمی)، صفحہ:۲۲۷ اور ۲۲۸، طاہر سنز اردو بازار، کراچی، نومبر ۲۰۰۶ء۔

۱۴۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ:۹۸، (مترجم: مولانا عبدالحق حقانی)، فرید بک اسٹال، لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۱۵۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ:۹۸ اور ۹۹، (مترجم: مولانا عبدالحق حقانی)، فرید بک اسٹال، لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۱۶۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ:۹۹ اور ۱۰۰، (مترجم: مولانا عبدالحق حقانی)، فرید بک اسٹال، لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۱۷۔ ابوداؤد، محمد سلیمان بن اشعث امام، السنن، جلد: سوم، کتاب الادب، باب:۴۲۵ (فی حسن الخلق)، حدیث:۱۳۷۲، صفحہ:۵۰۹ اور ۵۱۰، (مترجم: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال، لاہور، فروری ۲۰۰۲ء۔

۱۸۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع السنن، جلد: اول، کتاب البر والصلۃ، باب:۱۳۳۶ (ماجآء فی معالی الاخلاق)، صفحہ:۹۳۳، (مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی)، فرید بک اسٹال، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

۱۹۔ ابوداؤد، محمد سلیمان بن اشعث امام، السنن، جلد: سوم، کتاب الادب، باب:۴۲۵ (فی حسن الخلق)، حدیث:۱۳۷۱، صفحہ:۵۰۹، (مترجم: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال، لاہور، فروری ۲۰۰۲ء۔

۲۰۔ جیلانی، شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی، غُنیۃ الطالبین، صفحہ:۷۶۳، (مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی)، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۹۸۸ء۔

۲۱۔ النووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی امام، ریاض الصالحین، جلد: اول، باب: حُسن الخُلق، صفحہ:۳۴۶، (مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی)، فرید بک اسٹال، لاہور، فروری ۲۰۰۱ء۔

۲۲۔ جیلانی، شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی، غُنیۃ الطالبین، صفحہ:۷۶۱، (مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی)، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۹۸۸ء۔

۲۳۔ نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد:۶، صفحہ:۲۸۲، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء۔

۲۴۔ بخاری، امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح، جلد: سوم، کتاب الادب، باب:۶۲۵، حدیث:۱۰۲۸، صفحہ:۴۰۵، (مترجم: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال لاہور، ۲۰۰۰ء۔

۲۵۔ نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد:۶، صفحہ:۳۷۳، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء۔

۲۶۔ نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد:۶، صفحہ:۲۸۶ اور ۲۸۷، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء۔

۲۷۔ بخاری، امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح، جلد: اول، کتاب الوحی، باب:۱، حدیث:۳، صفحہ:۱۰۲ اور ۱۰۳، (مترجم: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال لاہور، ۲۰۰۰ء۔

۲۸۔ نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد:۶، صفحہ:۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۱ اور ۳۷۳، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء۔

۲۹۔ ابوداؤد، محمد سلیمان بن اشعث امام، السنن، جلد: سوم، کتاب اللباس، باب: ۲۵۰، حدیث: ۶۹۲، صفحہ: ۲۴۰، (مترجم: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال، لاہور، فروری ۲۰۰۲ء۔

۳۰۔ سعید، محمد سعید پروفیسر، اخلاقیاتِ اسلامی وتصوف، صفحہ: ۳۰، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

۳۱۔ نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد: ۶، صفحہ: ۳۴۹اور ۳۷۳، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء۔

۳۲۔ رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی امام، جامع العلوم، صفحہ: ۳۳۴، (مترجم: سید محمد فاروق القادری)، فرید بک اسٹال، لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۳۳۔ ابنِ کثیر، ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر حافظ امام، تفسیر القرآن العظیم، جلد: ۴، صفحہ: ۲۲۷، (مترجم: علامہ اکرم ازہری، سعید ازہری، الطاف ازہری)، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۴ء۔

۳۴۔ النسفی، ابوالبرکات النسفی علامہ، مدارک التنزیل، جلد: اول، صفحہ: ۸۳۲اور ۸۳۳، (مترجم: علامہ حافظ محمد واحد بخش غوثوی)، فرید بک اسٹال، لاہور، جولائی ۲۰۰۹ء۔

۳۵۔ ابنِ عباس، عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، تفسیر ابنِ عباس، جلد: اول، صفحہ: ۴۵۶، (مترجم: مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی، تسہیل: مفتی عزیز احمد بدایونی قادری)، فرید بک اسٹال، لاہور، اگست ۲۰۰۵ء۔

۳۶۔ القشیری، امام مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، ج: اول، باب: ۱۸، حدیث: ۱۷۳۶، صفحہ: ۵۳۲اور ۵۳۳، (مترجم: غلام رسول سعیدی علامہ)، فرید بک اسٹال لاہور، اگست ۲۰۰۶ء۔

۳۷۔ ابنِ کثیر، ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر حافظ امام، تفسیر القرآن العظیم، جلد: ۴، صفحہ: ۶۸۴، (مترجم: علامہ اکرم ازہری، سعید ازہری، الطاف ازہری)، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۴ء۔

۳۸۔ الخطیب، ولی الدین الخطیب تبریزی امام، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، جلد: سوم، فصل: اول، صفحہ: ۱۳۷، (مترجم: مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)، فرید بک اسٹال لاہور، فروری ۱۹۹۹ء۔

۳۹۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی علامہ، اخلاق وفلسفۂ اخلاق، صفحہ: ۴۳۰، مکتبۂ رحمانیہ، لاہور، مارچ ۱۹۷۶ء۔

۴۰۔ بخاری، محمد تنویر بخاری، اخلاقیاتِ اسلام، صفحہ: ۱۹، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۸ء۔

۴۱۔ سعید، محمد سعید پروفیسر، اخلاقیاتِ اسلامی وتصوف، صفحہ: ۶۷، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

۴۲۔ بخاری، محمد تنویر بخاری، اخلاقیاتِ اسلام، صفحہ: ۲۰اور ۲۱، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۸ء۔

۴۳۔ سعید، محمد سعید پروفیسر، اخلاقیاتِ اسلامی وتصوف، صفحہ: ۶۷اور ۶۸، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

۴۴۔ بخاری، محمد تنویر بخاری، اخلاقیاتِ اسلام، صفحہ: ۲۳، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۸ء۔

۴۵۔ بخاری، محمد تنویر بخاری، اخلاقیاتِ اسلام، صفحہ: ۲۴، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۸ء۔

۴۶۔ سعید، محمد سعید پروفیسر، اخلاقیاتِ اسلامی وتصوف، صفحہ: ۷۳اور ۷۴، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

۴۷۔ بخاری، محمد تنویر بخاری، اخلاقیاتِ اسلام، صفحہ: ۲۶، یونیورسل پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۸ء۔